تاویلِ واحد اور خود فہمی

جہانگیر حنیف

خلاصہ: راقم نے فیس بک پر ایک پوسٹ میں بیان کیا ہے کہ تاویلِ واحد کے فلسفہ کے تحت کلام فہمی خود فہمی بلکہ غلط فہمی ہے۔ اس تحریر کا مقصد اس قول کی شرح و وضاحت ہے۔ ہماری رائے میں تاویلِ واحد کا فلسفہ کلام کے ساتھ ساتھ متکلم پر بھی غلبہ حاصل کرنے کا خواہی ہے۔ تاویلِ واحد کے فلسفہ کے تحت متکلم اور کلام دونوں ثانوی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور سامع / مفسر / قاری غالب مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ اس غلطی کا ازالہ ضروری ہے۔



مسئلہ کا تعارف

تاویلِ واحد کے حوالے سے ہماری رائے یہ ہے اس فلسفہ کے تحت کلام فہمی خود فہمی ہے۔ یہ جملہ تنقیص پر مبنی نہیں۔ بلکہ ہماری رائے کا بیان ہے۔ ہماری نظر میں تاویلِ واحد کے فلسفہ کے تحت کلام فہمی، کلام فہمی کی بجائے، خود فہمی پر منتج ہوتی ہے: یہ خود کو کلام پر حاکم بنانے کے مترادف ہے۔ تاویلِ واحد کے فلسفہ کے تحت متکلم اور کلام ثانوی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور مفسر کا فلسفہ ان پر غالب آجاتا ہے۔ یہ استیلائے کلام و متکلم ہے۔ یہ فہم کلام نہیں بلکہ اپنے ذہن کو کلام پر غالب کرنا ہے۔ یہ خود فہمی ہے اور فہم کی غلطی بھی۔ اس تعارف کے بعد ہم اپنے موقف کی تفصیل کی طرف آتے ہیں۔

بنیادی مقدمہ: منشائے متکلم اور منشائے کلام

ہمارا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ منشائے متکلم اور منشائے کلام میں دوئی ممکن ہے۔ ہم فہم کلام سے منشائے متکلم کا علم حاصل کرتے ہیں۔ کلام متکلم سے ماوراوجود رکھتا ہے۔ متکلم اور کلام ایک ہی وجود کے دو نام نہیں۔ ہم متکلم کے ذہن میں گھس کر اس کا فہم حاصل نہیں کرتے۔ بلکہ ہم فہمِ کلام سے متکلم کے منشاء تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چناچہ منشائے متکلم اور منشائے کلام میں دوئی ممکن ہے۔

منشائے متکلم اور منشائے کلام میں دوئی نہ پائی جائے، تو کلام کو اپنے صدور کے ساتھ ہی کامل ہونا چاہیے۔ اسے کسی نظر ثانی، تغیر و تبدل، استدراک، تصحیح، تفصیل اور تشریح کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔ یہ بالکل سامنے کی بات ہے کہ متکلم کلام کے صادر ہوتے ہی اس میں تصرف شروع کر دیتا ہے۔ لہذا ہمارا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ:

منشائے متکلم اور منشائے کلام میں دوئی ممکن ہے۔

اس مقدمہ کے تحت تین صورتیں ممکن ہے۔

پہلی صورت: منشائے متکلم بھی واحد ہے اور منشائے کلام بھی واحد ہے۔

دوسری صورت: منشائے متکلم واحد ہے البتہ منشائے کلام محتمل الوجوہ ہے۔

تیسری صورت: منشائے متکلم محتمل الوجوہ ہے اور منشائے کلام بھی محتمل الوجوہ ہے۔

پہلی صورت: منشائے متکلم واحد ہے اور منشائے کلام بھی واحد ہے۔

یہ صورت محل نزاع نہیں۔ منشائے کلام بالکل منشائے متکلم کی نقل ہے۔ یہ ایسے ہے کہ سامع نے کلام سے جو فہم حاصل کیا، اس کی تصویب متکلم سے حاصل ہوگئی۔ راقم کو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ کلام خود بتا رہا ہے کہ اس کی واحد تاویل کی جائے۔ اصطلاح میں اسے "نص" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس میں لفظ بذات خود اپنے دلالت کی قطعیت کا شاہد ہوتا ہے۔ اسے "نص" کا درجہ

تاویلِ واحد کا فلسفہ کی بدولت حاصل نہیں ہوتا، بلکہ وہ لفظ خود اپنے قطعیت کا ضامن ہوتا ہے۔ لہذا اسے کسی تاویلِ واحد کے فلسفہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

دوسری صورت: منشائے متکلم واحد ہے البتہ منشائے کلام محتمل الوجوہ ہے۔

منشائے کلام کے متعدد ہونے کی صورت میں، اسے تاویلِ واحد کے سپرد کرنا، کلام فہمی نہیں بلکہ خود فہمی ہے۔ جب کلام ایک سے زیادہ تاویلات کا حامل ہے، تو اسے ایک تاویل کی تحویل میں دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ ایسے کلام کو تاویلِ واحد کے سپرد کرنے سے تین مفاسد پیدا ہوتے ہیں:

پہلا: یہ کلام کو اپنے ذہن کے تابع بنانا ہے۔

دوسرا: یہ شرح و تفسیر کے قاری سے ناانصافی ہے۔ اس طرح قاری مفسر کی تفسیر سے اس معنی سے محروم ہو جاتا ہے، جس معنی کا کلام احتمال رکھتا ہے، مگر مفسر اپنے زورِ قلم سے اس معنی کو دبا دیتا ہے۔

تیسرا: یہ منشائے متکلم سے صرفِ نظر ہے۔ محتمل الوجوہ کلام میں احتمالِ ثانی بھی متکلم کا منشاء ہونے کا امکان رکھتا ہے۔ تاویلِ واحد کے فلسفہ کے تحت احتمالِ ثانی کا قلع قمع کر دیا جاتا ہے۔ یہ منشائے متکلم سے صرفِ نظر ہے۔

تیسری صورت: منشائے متکلم بھی محتمل الوجوہ ہے اور منشائے کلام بھی

منشائے متکلم کے محتمل الوجوہ ہونے میں کوئی عقلی استحالہ نہیں۔ متکلم کو محض اس کلام تک محدود کرنا جس کی صرف ایک توجیہ ممکن ہو، کلام کے ساتھ ساتھ متکلم پر بھی حاکم بننے کی جسارت ہے۔ اگر منشائے متکلم محتمل الوجوہ ہے اور کلام بھی ایک سے زیادہ احتمالات کا حامل ہے، تو تاویلِ واحد کے فلسفہ کی کیا توجیہ ہے۔ ایسی صورت حال میں کیا تاویلِ واحد واضح طور پر استیلائے کلام و متکلم نہیں؟

منشائے متکلم کے محتمل الوجوہ ہونے کی بہترین مثال مجمل کلام ہے۔ مجمل کلام کی ہر تفصیل اجمال کی حفاظت کے ساتھ منشائے متکلم کا احتمال رکھتی ہے۔ کسی ایک تفصیل کو بھی منشائے متکلم سے مغایر ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا مجمل کلام کی صورت میں منشائے متکلم محتمل الوجوہ ہوتا ہے۔ یہ لازم نہیں کہ متکلم مجمل کلام کرتے ہوئے، اس کی ایک ہی تفصیل اپنے ذہن میں رکھتا ہو۔ یہ تفصیل اس کے ذہن میں ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ سوال پوچھنے پر وہ اس کی ایک تفصیل اپنے ذہن میں تصور کرے اور اپنے مخاطب کو بیان کر دے۔ لیکن مجمل کلام ہمیشہ سے ایک سے زیادہ احتمالات کا حامل ہوتا ہے۔ یہ احتمالات ذہن متکلم کی کارفرمائی ہیں۔ ان احتمالات کی بنا پر بلاشبہ کلام کو متکلم کے حوالے سے محتمل الوجوہ کہا جاسکتا ہے۔

حاصل کلام

کلام فہمی میں متکلم اور کلام کو اوّلیت حاصل ہے۔ تاویلِ واحد کے فلسفہ کے تحت کلام سمجھنا متکلم اور کلام کی حیثیت کو مجروح کرنا ہے۔ یہ کلام اور متکلم پر غلبہ حاصل کرنے کے مترادف ہے۔ اس لیے اسے کلام فہمی کی بجائے خود فہمی کی اصطلاح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ راقم کی نظر میں یہ کلام کا درست فہم حاصل کرنا نہیں بلکہ غلط فہم حاصل کرنا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب